رجسٹر نمبر ل ۹۲۲

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲	۱۵ جنوری سنہ ۱۹۵۴ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۳ھ	نمبر ۲۶

مشاعرے

اُردو زبان کی ترقی اور حفاظت کے کاموں کا نہایت سنجیدہ مگر "خشک" لیکن اہم ترین پہلو تو وہ ہے جو انجمن کی تشکیلی جسم نے اختیار کیا اور اتنا ہی اہم اور بنیادی کام وہ ہے جس پر ہم بار بار اور پیہم اصرار کرتے رہتے ہیں —— یعنی یہ کہ اردو کے حامیوں کو سب سے زیادہ فکر اس کی ہونی چاہیے کہ جن بچوں اور ان پڑھ بالغوں کی مادری زبان اُردو ہے ان کو یہ زبان پڑھائی جائے۔ انسانوں کی طرح زبانوں کی زندگی بھی فطرت کے قوانین پر منحصر ہے۔ جس طرح انسان کی زندگی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی رگوں میں تازہ خون پیدا ہوتا رہے اسی طرح زبانوں کو زندہ رکھنے کے لئے ان کے جسم میں تازہ خون کے مسلسل پیدا ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی زبان کے بولنے اور پڑھنے والوں کی تعداد میں پیہم اضافہ نہ ہوتا رہے تو وہ زبان بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ بالکل اسی طرح جیسے اگر انسانوں کے اولاد ہونی بند ہو جائے تو ان کی نسل کا ختم ہو جانا لازمی ہے۔ زبان کی ترقی اور حفاظت کے مسئلہ کا یہ پہلو جس قدر سنجیدہ اور اہم ہے اسی قدر "خشک" ہے —— "خشک" سے ہماری مراد یہ ہے کہ کارگذاروں کے لئے اس کام میں محنت اور جانفشانی تو زیادہ ہے لیکن سامان تفریح و تفنن بہت کم ہے۔ یہ کوئی راز نہیں کہ اس "خشک" کام کے لئے رضاکار بہت کم ملتے ہیں۔ البتہ ہنگامی مظاہروں میں —— مشاعرے ہوں یا جلسے —— کام کرنے والوں اور شرکار کی تعداد کم نہیں ہوتی۔ شعر و شاعری اور ہنگامی جوش و خروش کی فضا ان لوگوں کے لئے سازگار ہوتی ہے جو اپنے فرصت کے اوقات کو خوش وقتی کے ساتھ گذارنا چاہتے ہیں۔ مگر ان مشاغل میں جو مبالغہ ہونے لگا ہے اُسے اردو زبان کی کسی ٹھوس خدمت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم مشاعروں یا ادبی محفلوں کی افادیت سے انکار کرتے ہیں۔ ہم تو ایسے اجتماعات کو بہت ضروری سمجھتے ہیں بشرطیکہ ان کا پس منظر بھی ٹھوس ہو۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ہم ایک دوکان کھولتے ہیں اور گاہکوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک شاندار اور خوبصورت سائن بورڈ لگاتے ہیں لیکن بدقسمتی سے دوکان کے اندر تجارت کا مال بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ شاندار سائن بورڈ بیکار ثابت ہوگا۔ کچھ ایسا ہی حال ہمارے مشاعروں کا ہو گیا ہے۔ مشاعرہ یا کانفرنس اردو زبان کے پروپیگنڈے کا ایک بہت موثر اور مفید ذریعہ ہے لیکن جب ہی جبکہ اس کو مناسب ماحول میں اور صحیح طریقہ پر استعمال کیا جائے۔ افسوس ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ مشاعروں کی ایک یہ بدہضمی تمام ملک میں پھیل گئی ہے۔ وہ مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے۔

(۱) یا تو کسی صاحب یا چند اصحاب کو کسی پلیٹ فارم پر نمایاں ہونے کی خواہش بیقرار کرتی ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ مشاعرے کے نام سے عوام کو جمع کر لینا آسان ہے اس لئے ایک محفل مشاعرہ برپا کر دیتے ہیں۔

(۲) یا کوئی صاحب یا چند اصحاب مشاعرے کو بھی کمانے کا ایک ذریعہ بناتے ہیں۔ ٹکٹ خوب فروخت ہوتے ہیں لیکن مشاعرے کی آمدنی کا حساب کتاب "حساب دوستاں در دل" ہو جاتا ہے۔ جو لوگ مشاعرے میں آتے ہیں ان کو چند گھنٹے لطف اندوز ہونے کے بعد اس کی خبر نہیں ہوتی کہ کاروبار زیادہ تر تجارتی تھا۔

(۳) یا شعر و سخن کی ان محفلوں کے پیچھے ذاتی یا سیاسی اغراض ہوتے ہیں۔ ایسی محفلوں میں "بڑے آدمیوں" سے قرب حاصل کرنے کے مواقع نصیب ہوتے ہیں یعنی شاعری کی اس سلطنت پر عمل ہوتا

ہے کہ

سیکھیں ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

(۴) یا ان تمام کمزوریوں سے پاک وہ مشاعرہ ہوتا ہے جس میں بلانے والے اور آنے والے صرف دو گھڑی کی تفریح کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اور محفل برخاست ہونے کے بعد شاعروں کے اشعار کے حسن و قبح پر بحث کرتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں لیکن اس اجتماع کے کسی گوشہ میں بھی اردو زبان کی ترقی اور حفاظت کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا اور نہ شرکا کو اس کی فکر ہوتی ہے کہ جس زبان کی شاعری سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہیں وہ آجکل کیسی کٹھن منزلوں سے گذر رہی ہے۔

مشاعروں کی ایسی ہی اور بھی چار قسمیں ہیں۔ بعض مشاعرے ان کمزوریوں میں اس قدر زیادہ مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ زبان کی نشر و اشاعت کا جو مقصد ہے وہ بالکل ہی فنا ہو جاتا ہے۔ آدابِ محفل اور خوش مذاقی کا تو کوئی سوال ہی نہیں بلکہ ماتم تو اس بد مذاقی کا ہے جس کے مظاہرے مشاعروں میں، خصوصاً ہمارے نوجوانوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ مشکل ہی سے کوئی محفل ایسی ہوتی ہے جہاں نوجوانوں کا اجتماع ہو اور اس بد مذاقی کا مظاہرہ نہ ہو۔ ضبط و نظم کی اس کمی اور آدابِ صحبت کی اس خلاف ورزی سے ایک بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے وہ یہ کہ ہمارے نوجوانوں کو مذاقِ سخن یا زبان کی محبت ان محفلوں میں نہیں لاتی بلکہ صرف تفریح و تفنن کا ایک ادنیٰ تخیل ہوتا ہے جو انھیں بالکل اسی طرح مشاعرے میں لاتا ہے جس طرح سینما یا تھیٹر میں لے جاتا ہے!

یہ صورتِ حال بہت ہی افسوسناک ہے اور وہ اور زیادہ افسوسناک ہو جاتی ہے جب ایک طرف نوجوانوں کی اس بد مذاقی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور دوسری طرف ہمارے "بزرگانِ ملت" بھی زبان یا شعر و سخن کے مذاقِ صالح سے قطع نظر کر کے بعض ایسے اجتماعات کو سیاسی یا نیم سیاسی بنا لیتے ہیں اور ان کا مقصد محفلِ شعر و سخن نہیں ہوتی بلکہ پلیٹ فارم یا اسٹیج پر سیاسی بڑے آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو غیر شاعر بھی ایسے معززین بنا دئے جاتے ہیں جو کسی ایک شعر کے صحیح معنے بھی نہیں بتا سکتے۔ ان کا جو استقبال اور سواگت ہوتا ہے وہ اس کی خاطر تشریف لاتے ہیں اور بلانے والے اسی مشہور اصول پر کاربند ہوتے ہیں کہ

تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیئے!! یہ لین دین پبلک زندگی میں کتنا ہی ضروری اور ناگزیر ہو لیکن بہتر ہو اگر شعر و سخن کی محفلیں اس کاروبار میں آلودہ نہ کی جائیں!

ہمارے ملک میں آجکل اتنے "پبلک" مسائل درپیش ہیں کہ کسی نہ کسی مسئلہ پر ہر روز ایک کانفرنس منعقد کی جا سکتی ہے اور اس میں کسی نہ کسی پارٹی کے محترم لیڈروں کو مدعو کیا جا سکتا ہے۔ "تقریب بہر ملاقات" کے لئے ان کانفرنسوں کے ہنگاموں پر ہمیں کچھ بھی اعتراض نہیں۔ لیکن جب شعر و ادب کی ذہنی لطافتوں میں آمیزش کی جائے پبلک زندگی اور اس میں شخصی یا جماعتی مفاد کی کثافتوں کی تو پھر کچھ کہنا ہی پڑتا ہے۔

یہ کوئی ایسی باریک بات نہیں جس کے لئے دلائل اور شواہد تلاش کئے جائیں کہ ملک میں ہر روز جو مشاعرے ہوتے رہتے ہیں وہ سوائے ہنگامی تفریح کے اردو زبان کے کسی مفاد کی طرف عوام کی رہنمائی نہیں کرتے۔ لیکن ہر شخص جو کسی مشاعرے کا انتظام کرتا ہے آجکل اردو زبان کی خدمت کا بھی مدعی ہوتا ہے۔ اس دعوے اور اس کی حقیقت کا تجزیہ کرنا بہت ضروری ہے۔

رضا کالج - رام پور

رام پور کے روزنامہ "ناظم" کے اداریہ کا حسبِ ذیل اقتباس قابلِ ذکر ہے۔ معاصر موصوف لکھتا ہے کہ رضا انٹر کالج میں بعض طلبا کے متعلق ڈائریاں تیار کی گئی ہیں جن میں ان کے خلاف ایسے اندراجات کئے جاتے ہیں کہ ان کا اثر ان کی تعلیمی زندگی پر بہت برا پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ششماہی امتحانات کے متعلق بورڈ امتحانات کے مقررہ اصولوں کی بھی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ بورڈ نے طلبا کو اختیار دیا ہے کہ

"وہ امتحانات کے پرچوں کا جواب اگر
ہندی میں اچھی طرح نہ لکھ سکتے ہوں
تو انگریزی یا اردو میں لکھ سکتے ہیں لیکن

اس اجازت میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ امتحان کے دوران طلبا کو جو اردو میں جوابات لکھ رہے تھے روکا گیا اور ان کو ہدایت کی گئی کہ باقی جوابات ہندی میں لکھیں ....

اگر معاصر ناظم کی یہ شکایات صحیح ہیں تو یہ معاملہ ایسا ہے کہ انجمن ترقی اردو کی شاخ کو کوئی موثر اقدام کرنا چاہئیے اور رام پور کے عوام کی نمائندگی کا پورا حق ادا کرنا چاہئیے۔ پبلک جلسوں اور اخباروں کے ذریعہ سے احتجاج کرنا چاہئیے اور حکامِ بالا کو پوری قوت کے ساتھ توجہ دلانی چاہئیے۔ ڈیڑھ سو برس تک غلامی کی حالت میں رہنے کے بعد ہمارے اندر یہ اخلاقی کمزوری پیدا ہو گئی ہے کہ تکلیفیں ہوتی ہیں تو گھر کے اندر بیٹھ کر شکایت کرتے ہیں لیکن حکام کی ناخوشی کے خوف سے گھر کے باہر لبوں پر مہر لگا لیتے ہیں! اس طرح اپنے جائز مفادات کی حفاظت کرنا بلکہ زندہ رہنا ہی مشکل ہے۔

ہم سب سے زیادہ اور سب سے پہلے رام پور کی انجمن ترقی سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان حالات کو پوری تفتیش کر کے کوئی موثر قدم اٹھائے۔

ہلکے ہلکے اشارے

——— یہ خبر اخبار نیشنل ہیرالڈ نے شائع کی ہے۔ صحیح ہے یا غلط ہمیں نہیں معلوم ——— اور اگر ہمیں معلوم بھی ہوتا تو ہم کچھ نہ کہتے!! خبر یہ ہے:۔

”لکھنؤ۔ معلوم ہوا ہے کہ ریاستی حکومت اس یادداشت کے متعلق اپنے جواب پر آخری نظر ڈال رہی ہے جو کچھ روز ہوئے انجمن ترقی اُردو نے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کی خدمت میں بھیجی تھی۔

اس یادداشت کی ایک نقل صدر کے سکریٹری نے ریاستی حکومت کو اس غرض سے بھیجی کہ وہ اس پر جو تنقید کرنا چاہے کرے

انجمن نے اس یادداشت کی ایک نقل پہلے سے صدر کو اپنی اس درخواست کے ساتھ بھیجی تھی کہ اس کے ایک وفد کو صدر کی خدمت میں حاضر ہونے اور یادداشت پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

یادداشت میں اردو کے ساتھ جو برتاؤ اتر پردیش کی حکومت نے کیا ہے اس کے متعلق شکایات بھی شامل ہیں اور یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ اس زبان کے متعلق تعلیمی اور دوسری آسانیاں دی جائیں۔ ابھی انجمن کے وفد سے صدر کی ملاقات کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے۔“

——— ہمیں نہیں معلوم کہ اگر نیشنل ہیرالڈ کے نامہ نگار کی یہ خبر صحیح ہے تو اس کو کہاں سے اور کیونکر یہ خبر ملی۔ اُس کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انجمن کی یادداشت کو اُس نے یا اس کو خبر دینے والے نے پڑھا ہے ——— ہم ابھی تک یہ سمجھ رہے تھے کہ یادداشت بصیغۂ راز ہے، اسی لئے انجمن نے اس کو شائع نہیں کیا ہے۔

——— لیکن اخباروں کے مخبر کس طرح سرکاری دفتروں پر چھاپہ مار سکتے ہیں وہ ہمیں معلوم ہے!!

——— بہرحال اس خبر سے (اگر وہ صحیح ہے) ان لوگوں کو جو انجمن سے تساہل کا شکوہ کر رہے تھے مطمئن ہو جانا چاہئے کہ تاخیر اگر ہوئی ہے تو اس لئے ہوئی ہے کہ ہماری ریاستی حکومت انجمن کی یادداشت کا جواب اور وہ تیار فرما رہی تھی!! ——— وہ کیا ہوگا یہ ہم بتا سکتے ہیں لیکن بتائیں گے نہیں!! چند روز انتظار کیجئے!!

——— دہلی۔ مغربی بنگال کے نامور کمیونسٹ لیڈر مسٹر سادھن گپتا ممبر پارلیمنٹ نے اردو پارک میں ہند کمیونسٹ پارٹی کی دہلی صوبائی کمیٹی کے زیر اہتمام ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ملک میں اس زبان کو ختم کرنے کا رجحان کام کر رہا ہے۔ مگر جمہوری تحریک اس زبان کی حمایت کرے گی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کی ... زبان ہے اور اس زبان میں وہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی زبان کے ختم ہو جانے کا جو خطرہ محسوس ہو رہا ہے اُسے ختم کرنا ہے اُن

کا مذہبی اور تمدنی آزادی کی حفاظت کرنی ہے اور یہ سب اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب حقیقی بنیاد پر ہندو مسلم اتحاد قائم کیا جائے۔

——— ٹنڈن جی نے حال ہی میں فرمایا کہ انھیں انگریزی یا اردو زبان سے کوئی بیر نہیں ہے۔ مگر ان دونوں میں سے کوئی ہندستان کی قومی زبان نہیں بن سکتی۔

——— اتر پردیش کی اسمبلی میں ایک ضمنی سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ ”لوگوں کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ انگریزی اردو یا کسی دوسری زبان میں درخواستیں نہ دیں ......“ ——— یعنی اُردو زبان میں درخواستیں دینے کی اجازت کا یہ منفی پہلو ہے!! نفی اور اثبات کا مرکب!! چاہے یہ سمجھ لو چاہے وہ! بٹیر بھی ہے اور تیتر بھی!!

——— ان تین صاحبوں کے ارشادات کا ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ کمیونسٹ لیڈر نے جو کچھ کہا اس کی سرحد پر پہونچکر پنڈت پنت جی ٹنڈن جی اور خوبیٔ دانائی سے رُک گئے ——— یعنی یوں بھی ہے اور یوں بھی! لیکن بہرحال اُس بلندی سے تو ضرور کچھ نیچے آئے جہاں اتر پردیش میں اردو زبان کا کوئی وجود ہی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا!!

——— اگر اخباری اطلاعات صحیح ہیں تو کمیونسٹ پارٹی کی کانگریس نے غضب ہی کر دیا یعنی اس نے یہ قرارداد منظور کی کہ ”ہندی ہندستان کی لازمی زبان قرار نہ دی جائے بلکہ اُس کو ریاستوں کی حکومتوں اور عوام کے درمیان لسانی اتصال کا ذریعہ بنایا جائے“ گو کہ ابھی یہ فارمولا توضیح کا محتاج ہے، لیکن بہرحال اس حد تک ہندی کی مخالفت کہ اس کو تمام ہندستان میں لازمی نہ بنایا جائے درحقیقت علاقائی زبانوں کے حقوق کی حمایت ہے اور علاقائی زبانوں کی حمایت آجکل ایک جرم ہے!!

——— شاید کمیونسٹ پارٹی نے یہ سمجھا کہ اُس کے جرائم کی فہرست یوں بھی طویل ہے، ایک سطر کا اضافہ ہی سہی!!

——— معاصر الجمعیۃ کے ایک نامہ نگار کو یہ گمان گذر رہا تھا کہ اتر پردیش کی کانگریس کی کونسل کا جو جلسہ ۱۸ اور ۱۹ دسمبر کو ہونے والا ہے اس میں ”یقین ہے کہ کونسل ایک قرارداد منظور کرے گی جس میں مسلم اقلیت کو مناسب سلوک کا یقین دلایا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قرارداد میں زبان وغیرہ کے معاملہ میں پالیسی کی وضاحت کی جائے۔ اس لئے کہ حالیہ میونسپل الیکشن میں مسلمانوں کی طرف سے کانگریس کی حمایت نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یو۔پی کے مسلمان یو۔پی کانگریس کی لسانی پالیسی سے سخت ناراض ہیں۔ عام طور پر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ اگر یو پی کانگریس نے اپنی لسانی پالیسی میں تبدیلی نہ کی اور زبان کو اس کا مناسب درجہ نہ دیا گیا تو وہ مسلمانوں کی حمایت سے قطعی طور پر محروم ہو جائے گی۔“

——— نامہ نگار کا گمان ہمارے اندازے میں فاسد تھا اس لئے غلط

نکلا۔ ہماری ریاستی کانگریس نے اپنی شان کو قائم رکھتے ہوئے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے اس کی لسانی پالیسی پر کسی تبدیلی کی تہمت لگتی !!

انجمن کی خبریں

مرادآباد محترمہ افزا قریشی صاحبہ اطلاع دیتی ہیں کہ ۱۱ر نومبر سنہ ۵۳ء کو بنات القریشیہ امہات پورہ کا پہلا سالانہ اجتماع محترم مولانا مدنی صاحب مدظلہٗ کی زیر صدارت شام کے تین بجے منعقد ہوا۔ مدرسہ کی ایک چھوٹی بچی نسیم بیگم نے تلاوت قرآن پاک کی اور شکیلہ بیگم نے ایک نظم سنائی۔ محترم مدنی صاحب نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ مستورات نے گھریلو زندگی کی دشواریوں کو برداشت کرتے ہوئے بھی اتنا بڑا کام کر دیا۔ اب اگر تمہاری دلچسپیاں اور ہمدردیاں ان کو سہارا دیتی رہیں تو یہ کل دور اس بار کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں گی۔

۱۴ر نومبر سنہ ۵۳ء کو ایک زنانہ اجتماع محترمہ بیگم مدنی صاحبہ کی صدارت میں ہوا اور ان کی لڑکی مریم بیگم اور ہم نے اردو زبان کی حفاظت کے طریقے بتائے۔ صدر مدرسہ محترمہ والدہ ظفر حسین صاحب نے ایک سو روپیہ مدرسہ کو انعام دیا۔ افزا قریشی صاحبہ نے مدرسہ کی سالانہ رپورٹ پڑھی۔

آمدنی ۱۰۰۰ روپیہ۔ خرچ ۹۴۰ روپیہ۔ باقی ۶۰ روپیہ

۲۰ بہنیں ایک روپیہ ماہوار چندہ دینے والی ممبر ہیں۔

حیدرآباد انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کا سالانہ جلسۂ عام ۲۰ر دسمبر سنہ ۱۹۵۳ء کو زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام یزدانی صاحب معتمد اعزازی کے مکان پر منعقد ہوا۔ اراکین و رفقائے انجمن کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔ معتمد اعزازی نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی جس کے بعد سال آئندہ کے لئے حسب ذیل عہدہ داران و اراکین انتظامی کا انتخاب کیا گیا۔

صدر - ڈاکٹر غلام یزدانی صاحب

معتمد - حبیب الرحمٰن صاحب

اراکین انتظامی - نواب سعید جنگ بہادر۔ پروفیسر ہارون خاں شروانی صاحب۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب۔ جناب جانکی پرشاد صاحب۔ محمد عبدالقادر سروری صاحب۔ جناب نرسنگ راؤ صاحب ایم ایل اے۔ محترمہ زینت ساجدہ صاحبہ۔ رائے بل بیر پرشاد صاحب۔ رائے تیلوراج بہادر صاحب۔ جناب محمد احمد مرزا صاحب۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور صاحب۔ جناب سری نواس لاہوٹی صاحب۔

انجمن کی طرف سے مختلف صوبوں میں تعلیم بالغان کے کام کو پھیلانے کی غرض سے ایک علیحدہ فنڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ آخر میں جناب سکندر علی صاحب وجد نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔

"یونیورسٹی کالج آف سائنس عثمانیہ یونیورسٹی" میں بھی مرتبہ "بزم اردو" کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس سلسلہ میں چند سال سے طلبا کی کثیر تعداد نے جدوجہد کی اور اپنی دستخطوں کے ذریعہ اس کے قیام کا مطالبہ کیا۔ بالآخر یکم نومبر سنہ ۵۳ء کو اردو ایسوسی ایشن (بزم اردو) کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ ڈاکٹر سید محمد حسن قیصر عابدی صاحب کو مشیر مقرر کیا گیا اور حسب ذیل کابینہ تشکیل دی گئی۔

صدر - ایم ایم شاہ خاں ایم ایس سی (آخری)

نائب صدر - خواجہ صدیق احمد بی ایس سی (آخری)

معتمد - ابوالفتح سید نصرت بی ایس سی (ابتدائی)

بتاریخ ۳۰ر نومبر سنہ ۵۳ء جلسۂ افتتاح مقرر تھا۔ عالیجناب پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو، شاخ حیدرآباد نے افتتاح فرمایا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں موصوف نے ہندستان میں اردو کے موقف پر روشنی ڈالی۔ بحیثیت قومی زبان ہندی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے آپ نے بتایا کہ دستور میں اردو کو جو جگہ دی گئی ہے بعض مقامات پر اس کے خلاف منظم طور پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے یوپی کا تذکرہ فرمایا اور وہاں انجمن اور اردو کے حامیوں کے کام کی وضاحت بھی فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اردو کی حمایت کرنے والے غدار نہیں کہے جا سکتے۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ اردو کا مستقبل اردو والوں کے ہاتھ میں ہے جنہیں دعوے ہے کہ اردو ہماری زبان ہے وہ آگے بڑھیں اردو اخبارات و رسائل خریدیں۔ بچوں کو اردو پڑھائیں اور تعلیم بالغان کی مہم چلائیں۔

موصوف کی اس تقریر کے بعد جسے حاضرین کے ہر طبقے نے پسند کیا۔ حیدرآباد کے مشہور شاعر جناب کنول پرشاد صاحب کنول نے اپنا کلام سنایا۔ سامعین نے اسے بے حد پسند کیا۔ معتمد کے شکریہ کے بعد جلسہ بہت کامیابی سے اختتام کو پہنچا۔ ہال طلباء و طالبات سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جلسہ میں عالیجناب پروفیسر ایم سعید الدین صاحب پرنسپل سائنس کالج صدور شعبہ جات سائنس کالج پروفیسر عبدالقادر صاحب سروری صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ، ڈاکٹر حفیظ قتیل صاحب، پروفیسر سید محمد صاحب اور کنول پرشاد صاحب کنول وغیرہ نے شرکت کی۔ جلسہ کے بعد عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔

بزم اردو امسال سائنس کالج کی طرف سے ایک اردو میگزین "سائنس" شائع کر رہی ہے جس میں سائنسی مضامین کے علاوہ ادبی مضامین اور نظمیں وغیرہ بھی شائع کی جائیں گی۔ "سائنس" کی افتتاحی اشاعت آل انڈیا سائنس کانگریس کے موقع پر پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو جنوری سنہ ۵۴ء میں حیدرآباد میں منعقد ہو رہی ہے۔ رسالہ کو زیادہ سے زیادہ معیاری اور یادگار بنانے کے لئے ملک کے سائنس اور ادب سے دلچسپی رکھنے والے تمام اصحاب سے قلمی و مالی تعاون کی درخواست کی گئی ہے۔

حیدرآباد: انجمن ترقی اردو حیدرآباد کی جانب سے اردو ہال کی تعمیر کا عنقریب آغاز کیا جا رہا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ مجوزہ ہال کی تعمیر پر ۳۵ ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ انجمن نے مجوزہ تعمیر فنڈ کے لئے روپیہ اکٹھا کرنے کی مہم شروع کر دی ہے۔ عمارت کا نقشہ سابق چیف انجینیر مولوی محمد احمد مرزا صاحب تیار کر رہے ہیں۔

دو "اردو دوست اصحاب" نے مرکزی مقام پر بلامعاوضہ زمین دینے اور ۱۵ ہزار روپے دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ انجمن ترقی اردو نے حیدرآباد میں اردو زبان کا مرکزی کتب خانہ قائم کرنے، قومی اور علمی دلچسپی کے مسائل پر پمفلٹ شائع کرنے اور تعلیم بالغان کا انتظام کرنے سے متعلق اسکیمیں تیار کی ہیں۔

آگرہ ۳۰ر دسمبر کو انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری قاضی عبدالغفار صاحب آگرہ آئے اور ۳۱ر دسمبر کی صبح کو حضرت میکش اکبرآبادی کے دولت خانہ پر ایک اجتماع ہوا جس میں شہر کے بعض ممتاز اردو دوست حضرات اور علاقائی تحریک کے نوجوان کارگزاروں نے شرکت کی۔ اس جلسے میں انجمن کی شاخ کے محترم صدر اور مشہور ادیب اور اردو زبان کے تاریخ نگار جناب حامد حسن قادری صاحب بھی شریک تھے۔ انجمن کی شاخ کے سکریٹری صاحب نے اس اجتماع کی اغراض بیان کیں اور جنرل سکریٹری صاحب سے حاضرین کا تعارف کرایا۔ قاضی صاحب نے اپنی تقریر میں دستخطی مہم کی کامیابی کے بعد جو حالات پیش آ رہے ہیں ان کا ذکر کیا اور بتایا کہ کیوں اب تک صدر جمہوریہ سے انجمن کے وفد کی ملاقات نہیں ہو سکی ہے۔ دوران گفتگو یہ حقیقت واضح ہوئی کہ مرکزی انجمن کے متعلق بعض نامہربان دوستوں نے آگرہ میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلا دی تھیں جن کے موثر جوابات جنرل سکریٹری صاحب نے دئے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں حسب معمول بہت زور اس بات پر دیا کہ تعمیری کام زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے اور وہ فوراً شروع ہونا چاہئے۔ چنانچہ حاضرین نے وعدہ کیا کہ وہ بلا تاخیر مکاتب اور مدارس کے قائم کرنے کے انتظامات شروع کریں گے اور جن مدارس میں اردو کی تعلیم بند کر دی گئی ہے ان کے متعلق جد و جہد کریں گے۔ چنانچہ جناب حامد حسن قادری صاحب کی یہ تجویز سب نے پسند کی کہ پہلے چند محلوں میں یہ اندازہ کر لیا جائے کہ کتنے بچے اور بالغ ایسے ہیں جن کو اردو پڑھانے کی ضرورت ہے اور وہاں مکتب کھولنے کا انتظام کیا جائے۔

اسی دن سہ پہر قاضی صاحب علی گڑھ واپس تشریف لے گئے۔

چھتیس گڑھ دسمبر کے آخری ہفتہ میں یہاں ایک شاندار مشاعرہ جس میں باہر کے مشہور شعراء بھی شریک تھے۔ زیر صدارت جگناتھ آزاد صاحب ہوا۔ صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ ابھی آپ ڈرامہ دیکھ رہے تھے۔ در اصل زندگی نام ہے ڈراموں کے تسلسل کا۔ یہ مشاعرہ جو ابھی شروع ہونے والا ہے۔ ہمارے بھارتی تہذیب و تمدن کے ایک عجیب پہلو کا آئینہ دار ہے۔ ہندوستان کے لمبے چوڑے علاقہ میں کشمیر سے راس کماری تک ڈھاکہ اور چٹاگانگ سے کراچی تک اردو نے ایک ایسی زبان ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے جس میں سب بات کرتے ہیں اور سب سمجھتے ہیں۔ آپ اسے اردو مشاعرہ یا بھارتی مشاعرہ کچھ بھی کہیں۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ یہ وہ زبان ہے جو ہندوستان کے ہر گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ایک عام فہم، آسان اور ہر دل عزیز زبان ہے۔

مشاعرہ میں نوید بلاسپوری اور رائے پوری زیدی جون پوری حبیب، وحشی، بیدل جب کامٹوی، شاطر حکیمی، سردار جعفری، معین احسن صاحب جذبی اور صدر محترم نے اپنے کلام سنائے۔

جذبی۔ شاطر حکیمی۔ بیدل جب کامٹی۔ سردار جعفری اور حضرت آزاد نے اپنا کلام سنا کر سامعین کو بے حد محظوظ فرمایا۔ دوران مشاعرہ میں حضرت جگناتھ آزاد نے فرمایا کہ سردار جعفری نے جس زبان میں شاعری کی ہے اگر وہ سب کی زبان ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر ہندی اور اردو کا جھگڑا مٹ جائے گا۔ پروفیسر سریواستو نے اردو زبان میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں شعرائے کرام و حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ صدر موصوف نے اختتام مشاعرہ کا اعلان فرماتے ہوئے کہا کہ آپ محسوس کریں گے جو زبان ملک میں بولی جاتی ہے وہ وہی ہے جس میں شعراء کا کلام سن کر آپ نے حوصلہ افزائی کی ہے۔

سردار جعفری سے حاضرین کی فرمائشوں کے ذوق کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ شکلا جی کے گھر میں کچھ نظم اس قدر مقبول ہو رہا ہے۔ پروفیسر شری واستو صاحب، تیواری۔ پرنسپل صاحب، ضیاء الدین صاحب، حیدر علی صاحب وکیل اور عبدالرؤف صاحب وغیرہ نے مہمان نوازی کے فرائض بحسن و خوبی انجام دئے۔

اجمیر جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات ادیب، ادیب ماہر، اور ادیب کامل کو اجمیر بورڈ نے تسلیم کر لیا اور اب ان امتحانات کو پاس کرنے والے حضرات صرف انگریزی میں ہائی اسکول، انٹرمیڈیٹ اور بی۔اے پاس کر کے آگے بڑھ سکیں گے۔ سنا گیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں بھی یہ مسئلہ اب عنقریب طے ہو جائے گا۔

اُردو میں درخواستیں

کیسی شفا کہاں کی شفا، وہ بھی چند روز
قسمت میں تھا کہ نازِ مسیحا اٹھائیے

یو پی حکومت کے وزیر اعظم پنڈت گووند بلبھ پنت نے اسمبلی میں ۲۳ر دسمبر کو ایک ضمنی سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ "لوگوں کو روکا نہیں جا سکتا کہ وہ انگریزی، اردو یا کسی دوسری زبان میں درخواستیں دیں۔"

پنت جی چونکہ یو۔پی کے وزیر اعظم ہیں۔ ہمارے صوبائی مسائل کی پالیسی ان سے متعلق ہے۔ اس سے انھوں نے جو کچھ کہا وہ ممکن ہے پالیسی کی حد تک درست ہو۔ لیکن عمل کی حدود میں اگر ان کے یہ الفاظ شرمندۂ مفہوم و معانی نہیں رہتے۔ ہو سکتا ہے کہ پنت جی یا ان کی منزل کے بعض دوسرے ذمہ دار اسے مناسب جانتے ہوں اور انھیں اردو میں درخواستیں دینے والوں پر اعتراض نہ ہو۔ مگر دیکھنا ہے موجودہ عمل درآمد کا اور اندازہ کرنا ہے پنت جی کی حکومت کے ان کارکنوں کے رویہ کا جو حکومت کے کاروبار کو چلا رہے ہیں۔ پنت جی نے اردو میں درخواستیں دینے والوں کے متعلق کہا ہے کہ انھیں نہیں روکا جا سکتا۔ یہ بالکل درست ہے واقعی نہیں روکا جا سکتا، اس لئے کہ اردو میں درخواستیں دینا جرم قرار نہیں پایا ہے، مگر حالات و عمل کی رفتار کا پورا جائزہ لینے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ روکا جاتا ہے اور اس طرح روکا جاتا ہے کہ اردو میں لکھی ہوئی درخواستیں عام طور پر قبول نہیں کی جاتیں، ان پر غور نہیں کیا جاتا، وہ قابل اعتنا قرار نہیں پاتیں بلکہ اکثر و بیشتر یہ کہہ کر واپس کر دی جاتی ہیں کہ ہندی میں لکھ کر لاؤ تو ان پر غور ہو سکے گا۔

پنت جی نے یہ فرمایا کہ "لوگوں کو روکا نہیں جا سکتا کہ انگریزی یا اردو میں درخواستیں نہ دیں" یہ ایک منفی بات ہے۔ اگر واقعی اردو کی درخواستیں قابل قبول، لائق توجہ اور در خور اعتنا ہوتیں تو انھیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ اردو میں لکھی ہوئی درخواستیں لی جا سکتی ہیں، یہ مثبت پہلو ہوتا اور اس سے حکومت کے نظریئے کی بخوبی وضاحت بھی ہو جاتی جس کی روشنی میں ہر درخواست گذار کو یہ حق ہوتا کہ اردو میں درخواست قبول نہ کرنے والوں سے اصرار بھی کر سکتا اور اصول کی روشنی میں بتا سکتا کہ اردو میں بھی درخواستیں گذارنا صحیح و درست ہے اس لئے کہ حکومت کی پالیسی واضح ہو چکی ہے۔

پنت جی یو۔پی حکومت کے سب سے اہم رکن ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں بہت زیادہ اور کافی جاندار بھی ہیں اگرچہ انھیں اپنے دائرۂ حکومت کے اندر جو واقعات گزرتے ہیں ان سے باخبر ہونا چاہیئے مگر تاہم وہ ان باتوں سے لاعلم ہوں گے اور انھیں لاعلم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہوگی جو روزمرہ پر تعلیم و درس و تحصیل میں پیش آتی ہیں۔ درخواستوں کے سلسلے میں تو پنت جی نے منفی پہلو ظاہر کرتے ہوئے جواز پر مبہم اجمالی روشنی ڈالی ہے۔ مگر اردو کے سلسلے میں ہم نے حکومت کی واضح پالیسی اور محکمہ تعلیمات کے پے در پے احکام کو غیر مؤثر پایا ہے جس کے باعث حکومت کا وقار مشتبہ قرار پا جاتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں ہم شمار نہیں کرا سکتے کہ کتنے سرکلر اور آرڈر جاری ہوئے کہ ہر بچہ مستحق و مجاز ہے کہ اپنی مادری زبان میں ابتدائی تعلیم حاصل کرے، محکمہ اس کے لئے ہر سہولت دے گا وہ احکام آئے اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر یا ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز کے دفتروں میں پہونچ کر فائل کی زینت بنا دیئے گئے، اور ان سب کے برخلاف ٹیچروں کو زبانی ہدایات دے دی گئیں کہ اردو کی ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں ہر مشکل حائل کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اردو کسی طرح بھی پروان چڑھ سکے، یہی نہیں بلکہ اردو کی کتابیں شائع کرنے والے پبلیشروں سے ساز باز کیا گیا کہ اردو کورس کی کتابیں شائع نہ کی جائیں اور یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات اردو کورس کی بعض کتابیں بڑی تلاش و تجسس سے بھی دستیاب نہیں ہو سکیں۔ اکثر اسکولوں میں اردو پڑھانے والے ماسٹر ہی نہیں ملیں گے۔

ہم نے کل ہی کی اشاعت میں رضا انٹر کالج رامپور کے ششماہی امتحانات کے سلسلے میں کالج کے سب سے بڑے ذمہ دار کے رویہ کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے اردو کے متعلق اختیار کر رکھا ہے، جہاں تک لفظی پالیسی کا تعلق ہے بہرحال حکومت کی تعریف ہی کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ غیر مذہبی جمہوریت کی روشنی میں جو پالیسی وضع کی جاتی ہے اس میں کسی اعتراض و نکتہ چینی کی گنجائش نہیں ہوتی، لیکن جہاں تک عمل اور نتائج کا واسطہ ہے تو اس قسم کے سارے معاملات میں صفر تو کیا تضاد ملتا ہے۔

حال ہی میں پنت جی نے صوبائی کانگریس کمیٹی کے ممبروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ کانگریس کو ہردلعزیز بنایا جائے اور دوسری اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے اقدامات کی فکر کی جا رہی ہے کہ کانگریس کے وقار و عظمت کو بحال کیا جائے، ہم اس خطاب و فکر کے مخالف نہیں، مگر حالات سے وقوف کی بنا پر یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کانگریس کو ہردلعزیز بنانے اور اس کے عظمت و وقار کو بحال کرنے کے لئے جو راہ اختیار و متعین کی جا رہی ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس سلسلے میں یہی کوشش کی جا سکتی ہے کہ عوام کے سامنے کانگریس کے گذشتہ کارناموں، اس کی شاندار روایات ماضیہ اور اس کی شاندار قربانیوں کو دہرایا جائے تو اس سے کون آگاہ و آشنا نہیں، عوام اس سلسلے میں اب کچھ سننے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں دستور اور لفظی پالیسی کے مطابق عمل۔ ورنہ یہ کہ کانگریس اور کانگریس حکومت کا انتقام"

(روزنامہ ناظم)

انجمن ترقی اردو حیدرآباد کی

سالانہ رپورٹ

انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کے نئے دور کی یہ تیسری رپورٹ ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ پچھلی رپورٹ جون ۱۹۵۲ء تک کے حالات سے متعلق تھی اور اب یکم جولائی ۱۹۵۲ء سے لے کر ختم دسمبر ۱۹۵۲ء تک کے حالات مختصر طور پر آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے چند اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں۔ گزشتہ رپورٹ میں کل اراکین کی تعداد (۱۳۶) بتائی گئی تھی جس میں (۱۹) حیاتی اور (۹۳) معمولی ارکان اور (۲۴) رفقاء انجمن شامل تھے۔ اس وقت ہمارے کل اراکین (۲۰۷) ہیں۔ ان میں (۲۱) حیاتی اور (۱۳۶) معمولی ارکان اور (۵۰) رفقاء شامل ہیں۔ ویز جو بس

کیا یہ ترقی ہمارے لئے وجہ تسلّی ہونا چاہئے یا باعث شرمندگی اس کا فیصلہ میں آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔

سال گذشتہ انجمن کے کتب خانے میں کتابوں کی تعداد (۲۳۳۰) تھی۔ اب وہ (۱۴۷۵) ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے جان بوجھ کر کتابیں حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک انجمن کو کتب خانے اور دارالمطالعہ کے لئے کوئی موزوں جگہ نہیں مل سکی۔ حال میں ایک صورت ایسی پیدا ہوئی ہے کہ شاید ہمارے ادارے کی اپنی کوئی عمارت ہو جائے۔ اس کی تفصیل میں رپورٹ کے آخری حصہ میں عرض کروں گا۔

سنہ ۱۹۵۲ء کے موازنے میں انجمن نے مبلغ ڈھائی سو روپے دارالمطالعوں کی امداد کے لئے منظور کئے تھے۔ چنانچہ اس گنجائش سے بلدہ و اضلاع کے اٹھارہ دارالمطالعوں کو اخبارات و رسائل کی صورت میں مدد دی جاتی ہے۔ اسی طرح تعلیم بالغان کے معمولی اخراجات کے لئے بھی ڈھائی سو روپے رکھے گئے تھے۔ لیکن قرینہ یہ ہے کہ ہم ختم سال تک یہ حقیر رقم بھی پورے طور پر خرچ نہ کر سکیں گے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ انجمن کو ایسے اصحاب میسر نہ آسکے جو روزانہ دو ڈھائی گھنٹے اس اہم کام کے لئے بلا معاوضہ دینے پر آمادہ ہوں۔ ہاں اگر معقول معاوضہ دیا جائے تو پھر بے شمار کام کرنے والے مل جائیں گے۔ مگر بدقسمتی سے اس وقت انجمن میں اس کی سکت نہیں ہے۔ اس لئے یہ گنجائش بعض ایسے اداروں کو وقتاً فوقتاً مدد دینے میں صرف کی جا رہی ہے جو اپنے طور پر ان پڑھوں کو اردو پڑھانے کا کام کر رہے ہیں۔

دورانِ زیرِ رپورٹ میں مجلس انتظامی کے چھ جلسے منعقد کئے گئے۔ ایک پبلک جلسہ "یوم فانی" منانے کے لئے رشانی گرلز اسکول کے وسیع ہال میں زیرِ صدارت جناب ال۔ این گپتا صاحب معتمد تعلیمات منعقد کیا گیا۔ اور ایک مختصر سوشل اجتماع ہندی کے مشہور ترقی پسند ادیب رام بلاس شرما صاحب سے ملاقات و تبادلۂ خیال کے لئے معتمد کے مکان پر ہوا۔

گذشتہ رپورٹ میں ذکر کیا گیا تھا کہ بچوں کے لٹریچر کی تیاری میں انجمن ہٰذا محکمۂ تعلیمات کے ساتھ پورا تعاون کرے گی۔ میں خوشی کے ساتھ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دوسری زبانوں کی کمیٹیوں کی طرح اردو زبان کی کمیٹی نے بھی مقررہ پانچ عنوانوں میں سے چار پر کتابیں تیار کرالی ہیں۔ ان کتابوں کی چھپوائی اور اشاعت کا کام محکمۂ تعلیمات نے انجمن ترقی اردو کے سپرد کیا ہے اور مجلس انتظامی بھی اس ذمہ داری کو قبول کرنے پر رضامند ہو چکی ہے۔ توقع ہے کہ بہت جلد طباعت کا کام شروع ہو جائے گا۔ خدا کرے کہ یہ سلسلہ انجمن کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔

حیدرآباد کے کتب خانوں میں اردو زبان کے قلمی نسخوں کی توضیحی فہرستیں تیار کرنے کا کام کوئی ڈھائی سال سے انجمن کر رہی ہے

خوشی کی بات ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کی حد تک یہ کام انجام کو پہنچ چکا ہے اور تقریباً ایک ہزار قلمی نسخوں کی فہرست تیار ہو چکی ہے۔ اب اس فہرست کی اشاعت کا کام باقی ہے۔ ارباب کتب خانہ کو اس فہرست کی اشاعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اردو زبان پر تحقیقاتی کام کرنے والوں کے لئے ایسی فہرست کی اشاعت جیسی کچھ مفید و کارآمد ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔

کتب خانۂ آصفیہ میں کام ختم ہوتے ہی سالار جنگ لائبریری میں یہ کام شروع کر دیا گیا ہے اور اسے بھی مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب ہی انجام دے رہے ہیں۔ موصوف ختم اگست سنہ ۱۹۵۲ء تک یہاں کی تقریباً آٹھ سو کتابوں کی فہرست قلم بند کر چکے ہیں۔ گذشتہ چار ماہ سے وہ مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ اور واپسی کے بعد پھر اس کام کی تکمیل میں مصروف ہو جائیں گے۔ اندازہ یہ ہے کہ سالار جنگ لائبریری میں اردو زبان کے قلمی نسخوں کی تعداد کتب خانۂ آصفیہ سے بھی زیادہ بڑھ ہوگی۔ اس خاص کام کے لئے مرکزی انجمن ترقی اردو سے حسب سابق مالی امداد مل رہی ہے جس کے لئے ہم مرکزی انجمن کے شکر گزار ہیں۔

علوم عمرانی کے خاص خاص شعبوں پر ماہرین سے کتابیں لکھوانے کی ایک اسکیم کا گذشتہ رپورٹ میں ذکر کیا گیا تھا۔ مجھے افسوس کے ساتھ آپ کو یہ اطلاع دینی ہے کہ ہماری یہ اسکیم آگے نہیں بڑھ سکی۔ البتہ ایک صورت ایسی پیدا ہو رہی ہے کہ اگر اس میں کامیابی ہو جائے تو ہم قومی اور عالمی دلچسپی کے مسائل پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تیار کرا کر انجمن کی طرف سے شائع کر سکیں گے۔ ملک کے مشہور پانچ سالہ منصوبے کے سلسلے میں حکومت ہند کی وزارت تعلیمات نے علمی و ثقافتی ترقی کی چند ایسی اسکیمیں تیار کی ہیں جن کو روبہ عمل لانے کے لئے وہ غیر سرکاری اداروں کے تعاون کی خواہاں ہے۔ چنانچہ اس غرض سے معتمد صاحب تعلیمات حیدرآباد نے یہاں کے غیر سرکاری ثقافتی اداروں سے ربط قائم کیا ہے اور انجمن ہٰذا کو بھی اس سلسلے میں دعوت دی گئی ہے۔ ان اسکیموں کے لئے سرکاری امداد حاصل کرنے کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ یہ ثقافتی ادارے خود بھی آدھے اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے آپ صاحبین کے عملی تعاون کے بھروسے پر انجمن ہٰذا کی طرف سے تین اسکیمیں جن کی توثیق مجلس انتظامی نے بھی کر دی ہے، بغرض منظوری روانہ کی ہیں۔ جن امور سے ان اسکیموں کا تعلق ہے وہ یہ ہیں۔ ایک حیدرآباد میں اردو زبان کا مرکزی کتب خانہ قائم کرنا۔ دوسرے قومی اور عالمی دلچسپی کے مسائل پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹ شائع کرنا۔ تیسرے تعلیم بالغان کا انتظام کرنا۔ جونہی اس کارروائی میں کامیابی حاصل ہو جائے گی ان اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں مجھے آپ کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔

گذشتہ رپورٹ میں چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں انجمن کی طرف

سے ایک وفد بھیجے جانے کی تجویز کا ذکر کیا گیا تھا۔ چنانچہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کو یہ وفد موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور حیدرآباد میں اردو کے تحفظ سے متعلق ایک یادداشت پیش کی جو بعد کو پبلک کی اطلاع کے لئے مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوئی اور اس کی کاپیاں تمام اراکین و مقتدر اراکین کی خدمت میں علیحدہ بھی بھیجی گئیں۔ رہا یادداشت کا نتیجہ سو وہ سب پر ظاہر ہے۔ یہ ایک عام تجربہ ہے کہ حکومتیں بالعموم کسی مطالبے کو محض اس کے واجبی ہونے کی بنا پر تسلیم نہیں کرتیں جب تک کہ اس مطالبے کے پیچھے کوئی قوت جسے انگریزی میں (SANCTIONS) کہا جاتا ہے موجود نہ ہو۔ جمہوری حکومتوں میں یہ قوت رائے عامہ کی قوت ہوتی ہے۔ اب اردو زبان والوں کی قوت کا جو حال ہے وہ آپ پر بخوبی روشن ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اولاً اپنے اندر کافی قوت پیدا کریں جس کے لئے ضرورت ہے ایک اچھی تنظیم کی اور ایک مضبوط مرکز پر جمع ہونے کی۔ سردست تو کیفیت یہ ہے کہ انجمن کی طرف سے اخباروں اور پمفلٹوں کے ذریعے بارہا اردو زبان والوں سے درخواست کی گئی کہ جہاں کہیں سرکاری مدرسوں سے اردو کی جماعتیں برخاست کی جائیں تو وہ فوراً اس بارے میں انجمن سے ربط قائم کریں اور صحیح حالات و واقعات سے انجمن کو مطلع کریں تاکہ انجمن خود محکمہ تعلیمات میں رجوع ہو کر رفع شکایت کی کوشش کر سکے لیکن انجمن کی اس اپیل کا اب تک کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ ہماری پست ہمتی کی یہ انتہا ہے کہ ہم اپنا پیدائشی حق جسے خود دستور ہند نے تسلیم کر لیا ہے مانگتے ہوئے بھی جھجکتے ہیں۔ اس بے بسی، مایوسی اور بزدلی کی حالت کو رفع کرنے کی اب ایک صورت یہ ہے کہ انجمن کے کارکن خود اضلاع کا دورہ کریں، وہاں اصلی حالات سے واقفیت حاصل کریں، مقامی سربرآوردہ اشخاص کو اردو کے لئے جدوجہد کرنے پر آمادہ کریں اور اس طرح ایک رائے عامہ پیدا کریں جسے کوئی ایسی حکومت جس کا انحصار عوام کے ووٹوں پر ہو بہت دنوں تک نظر انداز نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری باتیں کچھ نہ کچھ روپیہ چاہتی ہیں۔

گزشتہ چار سال سے تقریباً ہر عام اجتماع کے موقع پر اردو زبان سے خود اہل اردو کی لاپروائی کی میں شکایت کرتا رہا ہوں۔ یہ شکایت اب بھی بدستور قائم ہے۔ معاشی بدحالی کی واقعیت سے مجھے انکار نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر ذی استطاعت اصحاب نے دوسروں کی تباہ حالی کو اپنے لئے ایک بہانہ بنا لیا ہے اور چاہتے یہ ہیں کہ جس زبان سے وہ دلی محبت کے دعوے دار ہیں اس کو فنا ہونے سے بچانے کے لئے جو کچھ بھی کرنا ہو وہ سب دوسرے لوگ کریں اور خود انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک طرح کی خود فریبی ہے۔ اردو زبان کو بچانے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ہم ہر وقت مخالفین کی زیادتیوں کا شکوہ کرتے رہیں اور خود اس کے تحفظ و ترقی کے لئے ذرہ برابر بھی ایثار کرنے پر آمادہ نہ ہوں۔ اس کے برعکس اسی ریاست حیدرآباد میں بعض اور زبانوں کی ترقی کے لئے ہمارے ہی ہم وطن بھائی جس ایثار و خلوص سے کام کر رہے ہیں وہ ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ ابھی دو مہینے کی بات ہے کہ تلنگی زبان کے مرکز کے لئے شہر کے ایک نمایاں مقام پر ایک عمارت کا افتتاح ہوا ہے۔ ہمارے مرہٹی کے پریمیوں نے اپنے کاروبار کو اس قدر وسعت دی ہے کہ اب ان کا سالانہ موازنہ تین لاکھ سے اوپر ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ کہیں یہ فرض نہ کر لیں کہ ان اداروں کو ریاستی حکومت کی طرف سے کوئی غیر معمولی امداد مل رہی ہے۔ مثلاً مرہٹی کے ادارے کو صرف اٹھارہ ہزار سالانہ کی امداد ملتی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ امداد بند بھی ہو جائے تو اس کے وسیع کاروبار پر کوئی خاص ناموافق اثر نہیں پڑ سکتا۔ ان مثالوں کو پیش کرنے کی غرض یہ ہے کہ ہم اپنی بے عملی کا دوسروں کی سعی پیہم سے مقابلہ کرتے ہوئے اچھی طرح محسوس کر لیں کہ ہم اپنے ثقافتی سرمایہ کو خواہ اس کا تعلق زبان سے ہو یا کسی اور شعبے سے محض گلے شکوے، چیخ پکار یا ہنگامہ آرائیوں کے ذریعے سے نہیں بچا سکتے بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے خلوص نیت، جذبۂ ایثار اور لگاتار محنت کی۔ بدقسمتی سے ہم آجکل انہی صفات سے محروم ہیں۔

اس تلخ نوائی کے بعد میں چاہتا ہوں کہ دو ایک ایسی باتوں کا بھی ذکر کر دوں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ہم ابھی اتنے گئے گزرے نہیں ہیں کہ ریاست حیدرآباد میں اردو زبان کے مستقبل سے پورے طور پر مایوس ہو جائیں۔ گزشتہ ستمبر میں ایک صاحب خیر نے جن کا ایثار اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل تحسین ہے کہ وہ اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے انجمن کو مبلغ ایک ہزار پانسو روپیہ سکۂ ہند کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔ میں انجمن کی طرف سے اُن کے ان نامعلوم محسن کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔ میں جناب عبدالکریم بابو خاں صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ موصوف نے انجمن کو اس سال مبلغ پانسو روپیہ سکۂ ہند کا مرحمت فرمایا ہے مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی موصوف کی ہمدردیاں اسی طرح انجمن کے حال پر جاری رہیں گی۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں ان عطیات کے سلسلے میں اپنے دوست اور ملک کے نامور شاعر سکندر علی وجد صاحب کا ذکر نہ کروں جن کی کوششوں ہی کی بدولت انجمن کو یہ بڑی رقمیں حاصل ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی وجد صاحب کی توجہ سے انجمن کے اراکین کی تعداد میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہا ہے۔

اراکین انجمن کے لئے ایک اور خوشخبری یہ ہے کہ ایک صاحب نے اردو ہال کی تعمیر کے لئے ایک مرکزی مقام پر زمین دینے کا وعدہ کیا ہے اور ایک دوسرے صاحب نے اخراجات تعمیر میں اپنی طرف سے پندرہ ہزار روپیہ شریک کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ ان اصحاب کے ناموں کا آئندہ کسی مناسب موقع پر اعلان کر دیا جائے گا۔ لیکن اس وقت زیادہ اہم بات یہ ہے کہ مجوزہ ہال کی تعمیر پر تقریباً پینتیس ہزار روپیوں کا خرچ آئے گا۔ اس طرح ابھی اور

بیس ہزار روپے جمع کرنے ہوں گے اور یہ مرحلہ صرف اسی وقت طے ہو سکتا ہے جبکہ ہم سب مل کر اس کی ذمہ داری قبول کریں اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں کوشش کر کے مجوزہ تعمیر فنڈ کے لئے روپیہ اکٹھا کریں۔ زمین کی پیمائش اور نقشہ کی تیاری میں میرے کرمفرما مولوی محمد احمد مرزا صاحب سابق چیف انجینئر مصروف و منہمک ہیں۔ موصوف کا نام ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ اس رقم کی ایک پائی بھی بے جا صرف نہیں ہوگی اور کم سے کم لاگت میں اچھی عمارت بن جائے گی۔ میں انجمن کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آخر میں انجمن کی موجودہ مالی حالت کا ایک مختصر سا خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس وقت انجمن کا کل سرمایہ چار ہزار ایک سو اکیس روپیہ سکۂ ہند ہے۔ اس کے منجملہ تین ہزار تین سو ستاون روپے میعادی امانت کی مد میں اور سات سو گیارہ روپیہ چالو کھاتہ کے طور پر بھی رگھوناتھ مل بنک لمیٹڈ میں جمع ہیں اور باقی ترپن روپئے معتمد اعزازی کے پاس نقد موجود ہیں۔ ختم جون ۱۹۵۲ء تک کے حسابات کی تنقیح سال گزشتہ ہو چکی تھی۔ اب یکم جولائی ۱۹۵۲ء سے اخیر ستمبر ۱۹۵۳ء تک کے پندرہ مہینوں کے حسابات کی تنقیح بھی مسرس دستگیر اینڈ کو سے کرائی گئی ہے۔ سال گزشتہ کی طرح اس سال بھی دستگیر کمپنی نے بلا معاوضہ ہمارے حسابات کی تنقیح کی جس کے لئے میں انجمن کی طرف سے ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

حبیب الرحمٰن (معتمد اعزازی)

مچھلی پٹم

آل آندھرا اردو مجلس کے زیر اہتمام انجمن حنفیۃ الاسلام کی دعوت پر آل آندھرا چوتھی اردو کانفرنس ۱۶؍ و ۱۷؍ جنوری سنہ ۱۹۵۴ء کو ٹاؤن ہال مچھلی پٹم میں منعقد ہو رہی ہے جس کے مختلف اجلاس ہوں گے جن کا پروگرام حسب ذیل ہے۔

۱۶؍جنوری سہ پہر ۳ بجے فخر قوم عالی جناب ملا عبداللہ بھائی طاہر علی صاحب ممبر پارلیمنٹ (ناگپور) کانفرنس کی صدارت فرمائیں گے۔ عالیجناب ڈاکٹر این۔ ایم۔ جیسوریا صاحب ایم۔ ڈی (برلن) ممبر پارلیمنٹ (حیدرآباد) کانفرنس کا افتتاح فرمائیں گے۔ عالی جناب ایس۔ وی۔ ایل نرسمہم صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل ممبر پارلیمنٹ (گنٹور)، عالی جناب بی۔ ایس۔ مورتی صاحب بی۔ اے ممبر پارلیمنٹ (ایلورو)، عالیجناب محمد امجد صاحب نجمی صدر آل آندھرا اردو مجلس، عالی جناب حیدر علی خاں صاحب بی۔ اے (ڈاکولیہ) اور دیگر مشاہیر تقاریر فرمائیں گے۔ ایک ادبی نمائش بھی ترتیب دی جا رہی ہے۔

۱۶؍جنوری رات کو ۹ بجے کانفرنس کا عظیم الشان طرحی مشاعرہ بصدارت افتخار الشعراء عالی جناب راگھوندر راؤ صاحب جذب منعقد ہوگا۔ جس میں نامور شعراء کی شرکت کی توقع ہے۔

۱۷؍جنوری دس بجے دن مندوبین کی تقریریں ہوں گی۔ مقالے پڑھے جائیں گے۔ اہم قراردادیں پاس ہوں گی اور کانفرنس اختتام پذیر ہوگی۔

۱۷؍جنوری کو وجے واڑہ ریڈیو اسٹیشن سے رات کے ۹ بجے ایک مشاعرہ نشر کیا جائے گا جس میں بعض شعراء شرکت فرمائیں گے۔

کانفرنس کے دعوت نامے جناب ایس۔ اے۔ شیخ احمد صاحب صدر مجلس استقبالیہ، فتح علی مرزا خاں صاحب نجم سکریٹری مجلس استقبالیہ اور محمد غالب فدائی صاحب سکریٹری جنرل آل آندھرا اردو مجلس و اردو منزل ایچ۔ ایم۔ ایس بلڈنگ، بار بر روڈ (مچھلی پٹم) سے جاری کئے گئے ہیں۔

ریاست آندھرا کی اردو کانفرنس

۱۶؍ اور ۱۷؍ جنوری کو جو اردو کانفرنس مچھلی پٹم میں منعقد ہو رہی ہے آندھرا کی نئی ریاست کے لئے وہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ کانفرنس کے لئے انجمن ترقی اردو (ہند) کے صدر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین اور جنرل سکریٹری قاضی عبدالغفار صاحب نے جو پیامات بھیجے ہیں وہ شائع کئے جاتے ہیں۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کے محترم صدر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کا حسب ذیل پیام چوتھی آل آندھرا اردو کانفرنس (مچھلی پٹم) کے لئے بھیجا گیا۔

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آندھرا کی نئی ریاست کے اردو دوست حضرات نے ایک مناسب موقعہ پر آندھرا میں زبان اردو کے مسائل پر غور کرنے کے لئے اس ضروری اجتماع کا انتظام کیا ہے۔ کوئی زبان عوام کی تائید کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی جس طرح کوئی سکہ نہیں چل سکتا جب تک کہ وہ بازار میں مقبول نہ ہو۔ آندھرا کی نئی ریاست میں اردو زبان والوں کی تعداد بہت کافی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہاں اردو کے متعلق ایسی تنگ نظری بھی نہیں ہے جیسی کہ بعض دوسرے صوبوں میں دیکھی جاتی ہے۔ پھر بھی اردو زبان کی حفاظت اور ترقی کے لئے صرف حکومتوں کی مہربانیوں پر بھروسہ کرنا اصولاً غلط ہے۔ ہمیں خود بھی اپنی زبان کی پرورش اسی طرح کرنی ہے جس طرح ہم اپنی اولاد کی پرورش کرتے ہیں۔ ایک بات میں خاص طور پر اس اجتماع سے کہوں گا۔ وہ یہ کہ آپ اردو کے لئے ہماری جدوجہد کے اس بنیادی اصول کو مضبوط رکھئے کہ اردو نہ تو کسی ایک فرقہ کی زبان ہے اور نہ اس کا کوئی تعلق کسی خاص مذہب یا تہذیب سے ہے۔ وہ ہمارے ملک کی مشترکہ تہذیب کی ایک نمایاں علامت ہے اور اسی حیثیت سے ہم اس ملک کے اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے اس زبان کو قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن اردو کے لئے ہماری جدوجہد ہرگز کسی دوسری زبان کے خلاف نہیں۔ آندھرا کے دوستوں سے میں کہوں گا کہ وہ اپنی ریاست

کی بڑی زبان تیلگو کا پورا پورا احترام کریں اور اس کی ترقی و حفاظت کے لئے بھی اسی طرح جد و جہد کریں جس طرح وہ اردو زبان کے لئے کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک کی یہ سب زبانیں اپنے اندر تہذیب اور کلچر کے ایسے خزانے رکھتی ہیں جو صدیوں میں جمع ہوئے ہیں اور یکساں قیمتی اور قابل قدر ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی یہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگی۔

ذاکر حسین

انجمن کے جنرل سکریٹری کا پیام

اردو زبان کے مسئلہ نے سب سے زیادہ مشکل صورت اتر پردیش میں اختیار کی ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے انجمن ترقی اردو کو سخت جد و جہد کرنی پڑی ہے۔ آندھرا کی نئی ریاست میں اس قسم کی دشواریاں نہیں ہیں اتنی کہ وہاں کی اکثریت زبان کے معاملہ میں بے تعصب اور وسیع النظر ہے۔ ایک مدت سے میری یہ خواہش تھی کہ آندھرا میں اردو زبان کے دوستوں اور حامیوں کا ایک اجتماع ہو اور اس میں اس علاقائی زبان کے مسائل پر غور کیا جائے۔

عجب بدقسمتی ہے کہ جب ایک ایسے اجتماع کا انتظام ہوا تو میں اس میں شرکت نہ کر سکا۔ اگر اتر پردیش میں اردو زبان کا مسئلہ اس منزل پر نہ آگیا ہوتا جہاں اب انجمن کا ایک وفد صدر جمہوریہ کی خدمت میں جانے والا ہے تو میں جس طرح بھی ممکن ہوتا اس اجتماع میں ضرور شرکت کرتا۔ لیکن صدر جمہوریہ کی خدمت میں ملاقات کی درخواست پیش کی جا چکی ہے اور ہر روز انتظار ہے کہ وہ ہمارے وفد کو طلب فرمالیں گے۔ اس لئے میرا اس وقت کسی لمبے سفر پر جانا کسی طرح مناسب نہ تھا۔ بہرحال میرے تمام تصورات اور میری بہترین تمنائیں آندھرا کانفرنس کے ساتھ ہیں اور میں اس کی پوری کامیابی کی تمنا رکھتا ہوں۔

ایک دو باتیں مجھے آندھرا کے اردو دوستوں سے عرض کرنی ہیں۔ اول یہ کہ اپنی علاقائی زبان کی خدمت کو ہر قسم کی تنگ نظری اور تعصب سے پاک رکھئے۔ دوسری زبانوں کے ساتھ آپ کی زبان کا تعلق بہترین اور خوشگوار ہونا چاہیئے۔ دوئم یہ کہ زیادہ وقت اور قوت صرف مشاعروں اور جلسوں پر صرف نہ کیجئے بلکہ ٹھوس تعمیری کام کی طرف زیادہ توجہ کیجئے یعنی آپ اردو زبان بولنے اور پڑھنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ کرتے رہیں اور اس کا طریقہ صرف ایک ہی ہے۔ مدرسوں اور مکتبوں کے ذریعے ایسی فضا پیدا کیجئے کہ کوئی بچہ جس کی مادری زبان اردو ہے تعلیم سے محروم نہ رہ جائے۔ سوم یہ کہ اپنی تنظیم کو مستحکم کیجئے

اور انجمن ترقی اردو ہند کی مرکزی تنظیم سے وابستہ ہو جایئے تاکہ آپ کے اور ہمارے درمیان پوری طرح تعاون ہو سکے۔ یہ ضروری ہے کہ آندھرا میں ایک ریاستی انجمن ترقی اردو قائم کی جائے اور اس کا الحاق مرکزی انجمن سے کر لیا جائے۔ اس کے بغیر مجھے اندیشہ ہے کہ آندھرا کے اردو دوستوں کو اپنے کام میں زیادہ دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

چاہتا ہوں یہ کہ اس بنیادی اصول پر زیادہ سے زیادہ زور دیجئے کہ اردو ہرگز کسی ایک فرقہ کی زبان نہیں ہے، بلکہ وہ تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے اور ہماری مشترکہ تہذیب کا ایک نشان راہ ہے۔ جس کی بربادی مشترکہ تہذیب کی بربادی ہوگی۔ ہم اردو زبان کی حفاظت اسی لئے کر رہے ہیں کہ ہمیں اپنے ملک کے COMPOSIT CULTURE کی حفاظت کرنی ہے

مجھے یقین ہے کہ جو اردو دوست احباب اس کانفرنس میں شریک ہوں گے وہ گہری نظر سے اس مسئلہ کو دیکھیں گے اور جو فیصلے کریں گے وہ ایسے ہوں گے جن کے متعلق کوئی نکتہ چیں یہ نہ کہہ سکے کہ وہ کسی قسم کی عصبیت سے آلودہ ہیں۔

انجمن ترقی اردو (ہند) ہر حال میں آندھرا کے اردو دوستوں کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے گی۔

محمد عبد الغفار

پرنٹر: مسلم یونیورسٹی پرنٹنگ پریس علی گڑھ

پبلشر: قاضی عبد الغفار۔ صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ